

امام موسیٰ کاظم کے زمان امامت پر مختصر نظر

<?xml encoding="UTF-8">

امامت

148ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی اس وقت سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بذاتِ خود فرائض امامت کے ذمہ دار ہوئے اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بیٹھا تھا۔ یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے اور تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے یا دیواروں میں چنوا دیئے یا قید رکھے گئے تھے۔ خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جاچکی تھیں اور مختلف صورتوں سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے اب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومتِ وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لیے آپ نے ایک اخلاقی توجہ حکومت کے کاندھوں پر رکھنے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی کہ اپنی جائداد اور گھر بار کے انتظام کے لیے پانچ افراد پر مشتمل ایک جماعت مقرر فرمائی۔ جس میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا۔ اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ اور عبداللہ فطح جو سن میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نیز ان کی والدہ حمیدہ خاتون۔ امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا اور آپ کا طریقہ بھی کامیاب ثابت ہوا۔ چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاع منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت کے طور پر اظہار رنج کیا۔ تین مرتبہ اناللہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ اب بھلا جعفر کا مثل کون ہے؟ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر جعفر صادق نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کر دو۔ حاکم مدینہ نے جواب لکھا کہ انہوں نے تو پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خود ہیں۔ یہ جواب پڑھ کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا تو اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کیے جاسکتے۔ اس کے بعد دس برس تک منصور زندہ رہا لیکن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا اور آپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن و سکون کے ساتھ مصروف رہے۔ یہ بھی تھا کہ اس زمانے میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا جس سے 157ھ میں یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی۔ اس لئے وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

دور مصائب

158ھ کے آخر میں منصور دوانقی دنیا سے رخصت ہوا تو اس کا بیٹا مہدی تخت سلطنت پر بیٹھا شروع میں تو اس نے بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عزت و احترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا مگر چند سال کے بعد پھر وہی بنی فاطمہ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور 164ھ میں جب وہ حج کے نام پر حجاز کی طرف آیاتو امام

موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو اپنے ساتھ مکہ سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا۔ ایک سال تک حضرت اس کی قید میں رہے۔ پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا، مہدی کے بعد اس کا بھائی ہادی 192ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک مہینے تک اُس نے حکومت کی۔ اس کے بعد ہارون رشید کا زمانہ آیا جس میں پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو آزادی کے ساتھ سانس لینا نصیب نہیں ہوا

اخلاق و اوصاف

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اسی مقدس سلسلہ کے ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسان کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا اس لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق و اوصاف کا مرقع تھا۔ بے شک یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے، چنانچہ ساتویں امام میں تحمل و برداشت اور غصہ کو ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب «کاظم» قرار پایا جس کے معنی ہیں غصے کو پینے والا۔ آپ کو کبھی کسی نے تر شروئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا اور انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ مدینے کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں۔ یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السّلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کو جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایات کیں اور یہ کہا کہ ہمیں ضبط کی تاب نہیں۔ ہمیں اس سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے تو حضرت نے فرمایا کہ «میں خود اس کا تدارک کروں گا»۔ اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اسکی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا اور اپنے طرزِ عمل کو بدل دیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے؟ سب نے کہا، یقیناً حضور نے جو طریقہ استعمال فرمایا وہی بہتر تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت امیر علیہ السّلام کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ اس قسم کی فتح زیادہ پر لطف اور کامیاب ہے۔ بیشک اس کے لیے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علی علیہ السّلام نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ «خبردار یہ عدم تشدد کا طریقہ نا اہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا»۔

یقیناً ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی جواز پیدا کر سکے لیکن اس کی طرف سے اگر کوئی ایسا اقدام ابھی نہ ہوا تو یہ حضرات بھر حال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تاکہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے اپنے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش کرنے سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے۔ بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جناب امیر علیہ السّلام نے کیا جو

آپ کو شہید کرنے والا تھا، آخری وقت تک جناب امیر علیہ السّلام اس کے ساتھ احسان فرماتے رہے . اسی طرح محمد ابن اسمعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی جان لینے کا باعث ہوا ، آپ برابر احسان فرماتے رہے ، یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اس نے مدینے سے بغداد کی جانب خلیفہ عباسی کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی شکایتیں کرنے کے لیے کیا تھا ، ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو لے کر وہ روانہ ہوا تھا . آپ کو زمانہ بہت ناساز گار ملا تھا . نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السّلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی . بس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمد کی تعلیمات سے روشناس کرا سکتی تھی .

آپ اپنے مجموعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے آپ گفتگو میں ابتدا بھی نہ فرماتے تھے . اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکھ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے ، اسی لیے عام طور پر آپ کو کثرت عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے «عبد صالح» کے لقب سے یاد جاتا تھا . آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی خاص شہرہ تھا۔ آپ فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ ہر نماز کے صبح کی تعقیبات کے بعد آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدے میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سراٹھاتے تھے . پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے رہتے تھے .

170ھ میں ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا . سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے سامنے تھے خود اس کے باپ منصور کارویہ جو امام جعفر صادق علیہ السّلام کے خلاف تھا اسے معلوم تھا اس کا یہ ارادہ کہ جعفر صادق علیہ السّلام کے جانشین کو قتل کر ڈالاجائے یقیناً اس کے بیٹے ہارون کو معلوم ہوچکا ہوگا . وہ تو امام جعفر صادق علیہ السّلام کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دیئے تھے اور شہر بغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا ورنہ اب ہارون کے لیے ان میں سے کوئی بات مانع نہ تھی . تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے اقتدار کو مضبوط رکھنے کے لیے سب سے پہلے اس کے ذہن میں تصور پیدا ہوسکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے مگر ایک طرف امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کا محتاط اور خاموش طرزِ عمل اور دوسری طرف سلطنت کے اندرونی مشکلات جن کی وجہ سے نو برس تک ہارون کو بھی کسی امام کے خلاف کھلے تشدد کا موقع نہیں ملا .

شہادت

سب سے آخر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سندی بن شاہک کے قید خانے میں رکھے گئے یہ شخص بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا۔ آخر اسی قید میں حضرت کوانگور میں زہر دیا گیا۔ 25 رجب 183ھ میں 55 سال کی عمر میں حضرت کی شہادت ہوئی۔ بعد شہادت آپ کے جسد مبارک کے ساتھ بھی کوئی اعزاز کی صورت اختیار نہیں کی گئی بلکہ حیرتناک طریقے پر توہین آمیز الفاظ کے ساتھ اعلان کرتے ہوئے آپ کی لاش کو

قبرستان کی طرف روانہ کیا گیا۔ مگر اب ذرا عوام میں احساس پیدا ہو گیا تھا اس لئے کچھ اشخاص نے امام کے جنازے کو لے لیا اور پھر عزت و احترام کے ساتھ مشایعت کر کے بغداد سے باہر اس مقام پر جواب کاظمین کے نام سے مشہور ہے، دفن کیا